میرا خیال ہے...

مرتبہ: زرین قمر

میرا خیال ہے کہ اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ برصغیر ہند میں ابنِ صفی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے سری ادب داغ بیل ڈالی۔ ان سے قبل تیرتھ رام فیروزپوری اور عمر نے بھی اس موضوع پر خاصا کام کیا تھا لیکن وہ صرف تک ہی محدود رہے۔ جب کہ ابنِ صفی نے سری ادب کو بخشی اور جو ترقی دی۔ وہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں نے سری ادب کو ایک چیلنج کے طور پر اپنایا اور یہ ثابت کر ایشیا کے ادیب بھی کسی طرح یورپ کے ادیبوں سے پیچھے نہیں۔ نے سری ادب کو جنس سے پاک کرنے کے ساتھ ساتھ میں مقصدیت اور مزاح پیدا کیا۔ یہ وہ کارنامہ ہے جو آج کوئی بھی ادیب انجام نہ دے سکا۔ وہ دُنیا کے واحد ادیب جن کے کرداروں پر بیسیوں لوگوں نے لکھنے کی کوشش کی آج تک کر رہے ہیں لیکن کوئی بھی شخص ان کے اسلوب کو بھی نہ پا سکا۔ ان کے ہر ناول میں ایک نیا آئیڈیا اور ایک انداز ہوتا تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ انھیں برصغیر میں سب سے زیادہ پڑھا گیا اور اب بھی پڑھا جاتا ہے۔ وہ نہ صرف اچھے سے تھے بلکہ بہت خوب صورت شاعر بھی تھے۔ گو انھوں نے کا مجموعۂ کلام نہیں چھاپا لیکن ان کی خوب صورت غزلیں مختلف رسائل کے صفحات کی زینت بنتی رہی ہیں۔ میں بھی ان کا انداز انتہائی سادہ اور سلیس تھا لیکن ان شہرت بحیثیت شاعر کے نہیں بلکہ جاسوسی ناول نگار ہوئی۔ میں نے بھی آج اُن کی برسی کے موقع پر اسی حوالے زندگی کے مختلف طبقوں سے تعلق رکھنے والے افراد کی آراء کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان میں نہ صرف عام قاری بھی بلکہ اعلیٰ عہدوں پر فائز افراد اور شاعر و ادیب بھی شامل ہیں۔

اس سلسلے میں میری ملاقات سب سے پہلے اختر لکھنوی سے ہوئی جو خود بھی بہت اچھے شاعر ہیں اور ریڈیو پاکستان کی نیشنل ہک اپ" پروگرام کی کورنگ بھی کرتے ہیں۔

انھوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"ابنِ صفی مرحوم کا شمار ان ادیبوں میں ہوتا ہے جو اپنی تحریروں کے حوالے سے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ ان کا اندازِ تحریر بالکل نیا، منفرد اور دلکش تھا۔ برصغیر میں جو مقبولیت انھیں حاصل ہوئی، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ میں نے انھیں بہت پڑھا ہے۔ مجھے ان کے ناولوں کی منظر نگاری بہت پسند تھی کہ کم الفاظ میں کسی بھی منظر کا نقشہ بڑی چابکدستی سے کھینچ دیتے تھے۔ پھر انھوں نے اپنی اس بات کے ثبوت کے طور پر ابنِ صفی کے ایک ناول "خیر اندیش" کا ایک حصہ بھی سنایا۔ یہ ناول عمران سیریز سے تعلق رکھتا تھا۔

"جھیل کیا تھی ایک چھوٹا سا سمندر تھا جس کے مغربی کنارے سے مشرقی کنارے تک نظروں کی رسائی ممکن نہیں تھی، بس پانی ہی پانی تھا اور اُفق میں دُھواں دُھواں سے پہاڑوں کے آثار نظر آتے تھے۔ جھیل کے مغربی کنارے پر دُور تک سرسبز و شاداب پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں اور یہ پہاڑیاں ویران نہ تھیں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بستیاں نظر آتی تھیں جن کے مکینوں کی بسر اوقات کا ذریعہ انگوروں کی کاشت تھی۔ آس پاس کے شہروں کے لوگ ان اطراف میں چھٹیاں گزارنے کے لیے بھی آتے تھے اور ان چھوٹی چھوٹی بستیوں کی رونق کبھی ختم نہ ہوتی۔"

جب اختر لکھنوی اس پیراگراف کو پڑھ کر فارغ ہوئے تو میں نے ان سے ایک اور سوال کر دیا۔

"اختر صاحب! کیا ابنِ صفی سے کبھی ملنے کا اتفاق ہوا یا انھوں نے کبھی ریڈیو کے لیے کچھ لکھا؟"

"جی ہاں!" انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "انھوں نے ریڈیو کے لیے ایک ڈراما لکھا تھا۔ یہ ڈراما بھی ان کے ناولوں کی طرح جاسوسی تھا اور اس ڈرامے کو ریڈیو پاکستان ڈھاکہ سے پیش کرنے کا اعزاز مجھے حاصل ہوا، ایک طرف یہ ڈراما ابنِ صفی مرحوم کا ریڈیو کے لیے پہلا ڈراما تھا تو دوسری طرف یہ ڈراما اس اعتبار سے بھی ریڈیائی ڈراموں میں اولیت کا حامل تھا کہ اس کی تمام تر ریکارڈنگ سٹوڈیوز

سے باہر ہوئی تھی اور کرداروں نے پارکوں، فٹ پاتھوں، کاروں کے اندر اور اسی طرح کے دیگر مقامات پر جا کر آؤٹ ڈور ریکارڈنگ کرائی تھی حتیٰ کہ اناؤنسمنٹ بھی باہر ہی ریکارڈ ہوا تھا۔ یہ ایک تجربہ تھا جو بہت کامیاب قرار پایا تھا۔"

جناب اختر لکھنوی صاحب کی بات مکمل ہوئی تو میں ان کا شکریہ ادا کر کے اُٹھ آئی۔ میری دوسری ملاقات جناب **بلند اقبال** صاحب سے ہوئی جو پاکستانی فلمی صنعت کے مایہ ناز موسیقار ہیں اور استاد امراؤ بندو خان صاحب کے بھانجے ہیں۔ انھوں نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

میں نے ۱۹۴۵ء سے ۱۹۵۰ء تک تیرتھ رام فیروز پوری کو پڑھا جن کے ترجمے انتہائی عمدہ ہوتے تھے اور اس کے بعد جب الہ آباد سے جاسوسی دُنیا جاری ہُوا تو اسے پڑھنا شروع کیا اور پھر یہ شوق بڑھتا ہی گیا۔ اس کا اندازہ آپ اس طرح لگائیں کہ آج بھی تقریباً میرے پاس دو سو کتابیں محفوظ ہیں۔ اس کے

علاوہ اور بہت سے لوگ اس میدان میں آئے لیکن جاسوسی ادب میں (مرحوم) ابن صفی جیسا مقام نہ پا سکے۔ میرا زندگی میں ان سے ایک رابطہ فلم "دھماکہ" کے سلسلے میں ہُوا تو اندازہ ہوا کہ وہ بحیثیت انسان بھی بہت بڑے آدمی تھے۔ میں نے اور لال محمد صاحب نے فلم "دھماکہ" کے گانوں کی موسیقی مرتب کی تھی۔ اس سلسلے میں ابن صفی صاحب سے بھی ملاقات رہی۔ وہ بہت زندہ دل شخص تھے اور بڑی شُستہ گفتگو کرتے تھے۔"

لال محمد صاحب نے بھی اپنے ساتھی جناب بلند اقبال کے خیالات کی تائید کی۔ اس کے علاوہ انھوں نے بتایا کہ انھوں نے

ابن صفی کے بہت سے جاسوسی ناول پڑھے ہیں اور وہ عمران کے کردار کو بہت پسند کرتے ہیں۔ نوجوانی کے دور میں وہ عمران کے کردار کی وجہ سے دیوانگی کی حد تک جاسوسی ناولوں سے دلچسپی رکھتے تھے اور جب تک کتاب ختم نہیں ہو جاتی تھی ہاتھ سے نہیں رکھتے تھے پھر خدا کا کرنا ایسا ہُوا کہ وہ ابن صفی سے بالمشافہ مل لیے اور "دھماکہ" کے سلسلے میں اُن سے کئی ملاقاتیں ہوئیں اور وہ حیران رہ گئے کہ اتنے مشکل مشکل کردار لکھنے والا شخص کتنا سادہ مزاج ہے۔"

مسعود احمد ریڈیو پر پلے بیک سنگر ہیں اور ایک مقامی فرم میں کام بھی کرتے ہیں۔ انھوں نے ابن صفی کے تقریباً تمام

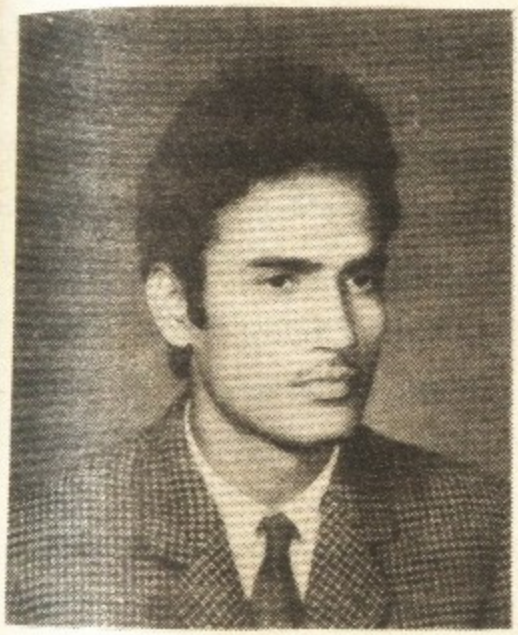

ناول پڑھے ہیں اور یہ ان شوقین لوگوں میں سے ہیں جو ہر ماہ مقررہ تاریخ پر ریگل کے بک اسٹال پر لائن لگا کر ان کا ناول خرید کر لاتے تھے اور اسی رات ختم کر دیتے تھے۔ انھوں نے کہا۔

"اگر میں یہ کہوں کہ ابن صفی کے بعد سسپنس ادب ختم ہو گیا تو یہ بے جا نہ ہو گا۔ کیونکہ یہی وہ نصف صدی ہے جس میں مرحوم ابن صفی نے سسپنس ادب کو کمال عروج پر پہنچایا اور اسی نصف صدی میں مرحوم نے جب اس دارِ فانی سے کوچ کیا تو سسپنس ادب کے لیے ایسا خلا پیدا ہو گیا کہ جس کا پُر ہونا مشکل نظر آ رہا ہے۔ میں تو اکثر سوچتا ہوں کہ 'نئے اُفق' اور 'نیا رُخ' اگر مرحوم کے ناولوں کو ہر ماہ شائع نہ کرتے تو کیا ہوتا میری اس بات سے سسپنس ادب کا ہر قاری اتفاق کرے گا کہ مرحوم ابن صفی کے ہر ناول کو چاہے جتنی بار بھی پڑھیں ہر بار نیا لطف آتا ہے۔ زبان و بیان پر مکمل عبور رکھنے کے ساتھ ساتھ مرحوم نے کبھی اپنے کسی کردار کو عامیانہ پن اور لچرپن کا شکار

ہونے دیا۔ آپ عمران کے کردار کو لے لیں جہاں وہ ایک ہنس مکھ کھلنڈرا عمران ہے۔ وہ بڑا شستہ مذاق کرتا ہے۔ پڑھنے والا بے ساختہ مسکرا اٹھتا ہے اور دوسرے کرداروں کے ساتھ عمران کی نوک جھونک بعض اوقات بہت لطف دیتی ہے اور پڑھنے والا اس بحث میں ایسا الجھ جاتا ہے کہ اپنے آس پاس کا ہوش نہیں رہتا اور وہ ان کرداروں کی نوک جھونک سے اسی طرح لطف اندوز ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر "ہلاکو اینڈ کو" کے اس پیرے کو لیں۔

آج سلیمان نے مونگ کی کھچڑی پکائی تھی۔ جوزف کھانے بیٹھا تو آپے سے باہر ہو گیا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے سلیمان کو پھاڑ کھائے گا۔

"کیوں کیا ہو گیا...؟" سلیمان نے پوچھا۔

"نہیں کھائے گا۔" جوزف میز پر ہاتھ مار کر بولا.... مونگ کا ڈال۔"

"ابے زبان سنبھال... صاحب کی نقل کرے گا۔"

"سالا اس سے ہمارا پیٹ پھول جاتا ہے۔"

"پہلے کیوں نہیں پھولتا تھا؟"

"ہم نہیں جانتا۔"

"بینگن کا بھرتا کھائے گا؟"

"یہ کیا ہوتا؟"

"تمھارا شکل کا ہوتا۔"

"کھانا ڈے... اُلو کا پٹھا۔" جوزف جھلا کر چیخا۔ عمران نزدیک ہی میں تھا۔ جوزف کی آواز پر باہر نکل آیا۔

"اتنا سناٹا کیوں ہے؟" اس نے دونوں سے پوچھا جو ایک دوسرے کو پھاڑ کھانے والے انداز میں گھور رہے تھے۔

"جی ہاں مسعود صاحب!" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ابنِ صفی کے ناول کے اس پیراگراف سے میں بھی محظوظ ہوئی تھی۔"

"آپ کا کہنا درست ہے ابنِ صفی رولوں کو ہنسانے کی صلاحیت بھی رکھتے تھے۔ جاسوسی ناول جہاں نہایت خشک موضوع سمجھے جاتے تھے۔ وہاں ابنِ صفی کے ناول بہت دلچسپ ہوتے تھے۔ کیونکہ وہ جگہ جگہ ان میں مزاح کی چاشنی ڈالتے جاتے تھے۔

غنچی جعفری صاحبہ کراچی سے شائع ہونے والے ایک.... ادبی ڈائجسٹ کی نائب مدیرہ ہیں۔ انھوں نے ابنِ صفی کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا۔

"ابنِ صفی مرحوم کو بحیثیت ناول نگار تو بہت لوگ جانتے ہیں لیکن وہ ایک بہت اچھے شاعر بھی تھے یہ بات بھی اکثر لوگ جانتے ہوں گے لیکن شاید آپ کے اس سروے میں کم ہی لوگوں نے ان کی شاعری پر بات کی ہو گی۔ میں نے ابنِ صفی کے جاسوسی ناول بہت پڑھے ہیں اور انھیں پسند بھی کیا ہے لیکن بحیثیت شاعر بھی وہ بہت کامیاب رہے ہیں۔ ان کی غزل میں زبان و بیان کی بہت سی خوبیاں ملتی ہیں۔ ان کے نکھرے ہوئے ذوق، ان کی سیر[illegible] پاکیزگی ان کی شخصیت کے ظاہری خدوخال کی تمام جھلکیاں اس [illegible] جود ہیں۔ ان کی کہنہ مشقی، پختہ ذوقی اور فکر و شعور کے تمام مہذب و متوازن پہلو اس کے آئینے میں دیکھے جا سکتے ہیں اور اس میں وہ خاص عنصر بھی موجود ہے جس سے غزل کے مخصوص مزاج کی تعمیر ہوتی ہے۔ میری مراد اس کیفیاتی عنصر سے ہے جس کی ایک خفیف سی لرزش یک بارگی دلوں کی دُنیا زیر و زبر کر کے رکھ دیتی ہے۔ ان کی غزل کا مطالعہ کرتے ہوئے وقت بار بار یہ احساس ہوتا ہے کہ ان کا داخلی تاثر دل کے کسی نہ کسی گوشے سے لپٹی ہوئی برقِ تہ داماں سے کسبِ ضیاء کرتا ہوا بجائے خود شعلۂ جوالا بن گیا ہے۔ مثلاً:۔

یوں بہار و خزاں کے چکر میں
کٹ ہی جائے گی زندگی یارو
وہ جو خود کو خدا سمجھتے تھے
یاد ہے ان کی بے بسی یارو
شام ہوتے ہی دل بھی ڈوب چلا
کھڑکیاں کھول دو سبھی یارو

یا

وقت کی دھوپ سے گو جسم جلا جاتا ہے
جسم کے کرب ہی سے ذہن جلا پاتا ہے
کبھی مایوسیں، کبھی تپکن کبھی بے نام خلش
ضبط کا درد سے ہر روز نیا ناتا ہے

شمیم الحق صاحب کا اپنا ذاتی بزنس ہے اور اس بزنس کا تعلق بھی کتابوں کی دُنیا سے ہے۔ اس وجہ سے بھی اور ذاتی دلچسپی کی وجہ سے بھی انھیں ابنِ صفی کو پڑھنے کا خوب موقع ملا۔

"جاسوسی ادب میں جناب ابنِ صفی مرحوم کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ان کا شمار سرِ فہرست ہے اور اس میدان میں ان کا کوئی مدِ مقابل نہیں تھا نہ ہے اور نہ ہو گا۔ اسی طرح انھوں نے اپنے ناولوں میں جو نام اور جو کردار متعارف کرائے

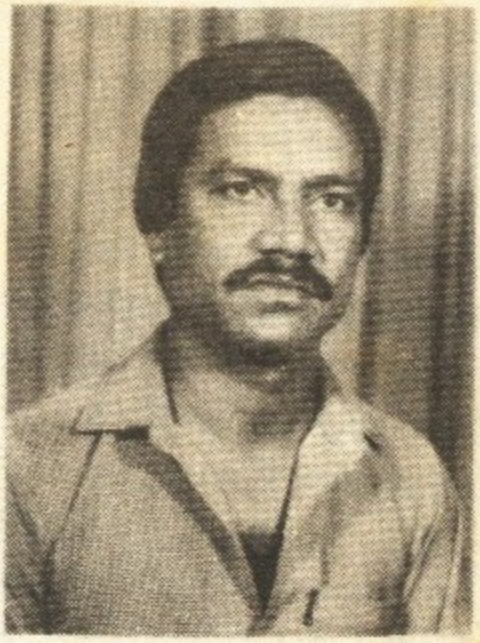

ان کی مثال ملنا مشکل ہے۔ یوں تو محترم ابن صفی کے تمام کردار اپنی جگہ ایک منفرد حیثیت کے حامل ہیں مگر ان تمام کرداروں کے باوجود جناب ابن صفی کا ایک کردار ایسا بھی ہے جو ان تمام کرداروں پر نہ صرف بھاری ہے بلکہ جناب ابن صفی کی شہرت کو بھی اس نے ہی پروان چڑھایا ہے اور وہ کردار ہے علی عمران کا جو کہ آگے چل کر عمران سیریز کے نام سے مشہور ہوا اور نہ صرف مشہور ہوا بلکہ جاسوسی دنیا میں دھوم مچادی اور جاسوسی ادب پڑھنے والوں کے دل موہ لیے اور لوگ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ واقعی عمران کا کردار ایک لازوال کردار ہے۔ میں بذاتِ خود عمران سیریز کو گزشتہ پندرہ سال سے پڑھ رہا ہوں اور اب بھی جناب ابن صفی مرحوم کی وفات کے بعد اور دوسرے مصنفوں نے بھی عمران کے کردار کو کافی حد تک اس انداز میں لکھنے کی کوشش کی جو کہ جناب ابن صفی کی زندگی میں بھی جاری تھی اور آج بھی ہے جب کہ وہ اس دنیا میں نہیں رہے تو کچھ اور ہی زور و شور سے جاری ہے مگر اندازِ تحریر وہ نہیں جو ایک بھرپور ادیب کا انداز ہوتا ہے کیونکہ کچھ لوگوں نے تو عمران کو ایک مافوق الفطرت ہستی بنا دیا ہے جو کہ ہر محاذ پر دشمن سے ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے اور اپنی ٹیم کو فتح سے ہمکنار کرتا ہے۔ بہرحال ان تمام باتوں کے باوجود عمران کے کردار کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ عمران کا کھلنڈرا پن اور احمقانہ پن ہی اس کی کامیابی کی دلیل ہے اور جو کہ اسے جاسوسی ادب میں تمام کرداروں میں نمایاں کرتی ہے۔ اس کی سنجیدگی بھی اتنی پُراثر ہوتی ہے کہ اس کے ساتھی بھی سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ کہیں یہ وہی احمق عمران ہے۔ اسی طرح اس کی درندگی بھی بعض اوقات رونگٹے کھڑے کر دیتی ہے۔ اس کی مکاری کے آگے سنگاپور اور تھرلیسیا جیسی طاقت گھٹنے ٹیک دیتی ہے۔ غرض یہ کہ بحیثیت ایک ایجنٹ کے عمران میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں جو کسی سیکرٹ ایجنٹ میں ہونی چاہئیں۔ اسی وجہ سے مجھے ابن صفی مرحوم کے کرداروں میں عمران کا کردار بہت پسند ہے جو کہ جناب ابن صفی مرحوم کا ایک اچھوتا کردار ہے اور کرنل فریدی اور کیپٹن حمید، ایسے کرداروں پر بھاری ہے۔ جناب ابن صفی مرحوم نے ابتداً "خوفناک عمارت" میں عمران کے کردار سے کی اور اپنی زندگی کے آخری ایام میں انتہا بھی عمران پر کی۔ جو کہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ انھیں عمران کے کردار سے کتنی محبت اور انسیت تھی۔ میں کم از کم اس کے کردار کو مسخ ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ چنانچہ اس ذریعے سے اُن لکھنے والوں سے گزارش کرتا ہوں کہ براہِ مہربانی عمران سیریز لکھیں۔ اگر ابن صفی مرحوم جیسا نہیں لکھ سکتے تو کم از کم اپنی تحریر کو ذرا تبدیل کریں تاکہ یہ کردار زندہ رہے۔

انعام صدیقی صاحب ریڈیو پاکستان کے کراچی اسٹیشن پر سینٹرل پروڈکشن کے شعبے میں پروڈیوسر ہیں اور بہت اچھے ادبی ذوق کے مالک ہیں۔ ان کی ادب سے دلچسپی کا یہ عالم ہے کہ انھوں نے اپنی رہائش گاہ میں ایک کمرہ صرف کتابوں کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ جس میں تقریباً ایک ہزار کے قریب کتابیں موجود ہیں۔ ان کے پڑھنے پڑھانے کے اس ذوق کو دیکھتے ہوئے میں نے ان سے ابن صفی مرحوم کے بارے میں رائے لی۔

"عمر کے کسی نہ کسی حصے میں انسان جاسوسی ادب پڑھتا ہے۔ یہ پڑھے لکھے لوگوں کے لیے سستی اور ہلکی پھلکی تفریح کا ذریعہ ہے اس سے نہ تو ذہن پر بوجھ پڑتا ہے اور آدمی کا وقت بھی کٹ جاتا ہے۔ طالب علمی کے زمانے میں، میں نے بھی جاسوسی ادب پڑھا اور جاسوسی ادب پڑھنے والے کے لیے یہ کہنا ضروری نہیں ہوتا کہ اس نے ابن صفی کو بھی پڑھا۔ بلکہ ہر جاسوسی ادب پڑھنے والا ابن صفی کو ضرور ہی پڑھتا ہے اور اگر میں یہ کہوں کہ صرف ابن صفی کو ہی پڑھتا ہے تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ جاسوسی ادب میں ابن صفی کو جو مقام حاصل ہوا اس کو دیکھتے ہوئے تقریباً سارے ہی جاسوسی ادب کے لکھنے والوں نے خود بھی اسی انداز کو اپنا لیا ہے چنانچہ یا تو ہم ابن صفی کا جاسوسی ادب پڑھتے ہیں یا ابن صفی جیسا ادب پڑھتے ہیں۔

میں نے انگریزی کے جاسوسی ناول بھی پڑھے ہیں اور انگریزی

...یا تمام جاسوسی ناولوں میں نوجوانوں کو متاثر کرنے کے لیے
...کردار ضرور ڈالے جاتے ہیں جنھیں نوجوان پسند کریں۔ ایسے کردار
...ہوتے ہیں جنھیں گھر میں بہن بھائیوں کی موجودگی میں نہیں
...جا سکتا لیکن ابنِ صفی کی مجھے یہ بات بہت پسند ہے کہ انھوں
...دگر سے ہٹ کر لکھا اور کامیاب رہے۔ ان کے ناولوں میں
...سستا ادب نہیں ملتا۔ ان کے ناول گھروں میں بچے اور
...ایک ساتھ پڑھ سکتے ہیں بلکہ پڑھتے ہیں۔ آج کل ڈائجسٹوں
...سے لوگوں میں پڑھنے کا شوق مزید بڑھ گیا ہے لیکن
...پندرہ بیس سال پہلے جب ڈائجسٹ نہیں تھے تو عام لوگوں
...کا رجحان اتنا نہیں تھا لیکن ابنِ صفی نے یہ کارنامہ انجام دیا
...میں پڑھنے کا شوق پیدا کیا۔ ان کا ایک ناول پڑھ لینے کے بعد دوسرے
...شروع ہو جاتا تھا اور لوگ دکانوں پر قطاریں لگا کر ان کی
...خریدتے تھے۔ میں بھی ان کے انھی مداحوں میں سے ہوں۔
...کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ابنِ صفی کے بعد میں نے جاسوسی
...پڑھنا چھوڑ دیے ہیں کیونکہ بہت سے جاسوسی ناول لکھنے
...ان کے کرداروں کو مسخ کر کے پیش کر رہے ہیں اور میں ان
...کو اس صورت میں پڑھنے کے بجائے انھیں نہ پڑھنا زیادہ
...سمجھتا ہوں تاکہ میرے ذہن میں ان کا امیج برقرار رہے۔"

خواجہ بیگم صاحبہ بھی ریڈیو پاکستان کراچی سینٹر
...پروگرام پروڈیوسر ہیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ انھوں نے ایک زمانے
...ابنِ صفی کا انٹرویو ریکارڈ کیا تھا اور اسے اپنے پروگرام "جہاں
...نہ ہو" میں نشر کیا تھا۔ یہ غالباً ۷۸ء یا ۷۹ء کی بات ہے اس
...پروگرام کا دورانیہ پینتالیس منٹ ہوتا تھا اور اس میں ملک
...مشہور ادیبوں، دانشوروں، فنکاروں کو بُلایا جاتا تھا اور انھیں
...جاتا تھا کہ وہ تصور کر لیں کہ وہ کسی ایسے جزیرے پر ہیں جہاں اُن
...علاوہ اور کوئی نہیں ہے تو وہ ایسے میں کون سے گانے سننا
...کریں گے۔ تب فنکار اپنی پسند کے کوئی سات نغمے سنواتے تھے
...خواجہ بیگم صاحبہ سے میں نے بات کی تو انھوں نے کہا۔

"ان کو دیکھنے سے احساس ہوا کہ وہ ایک سیدھے سادے
...انسان تھے اور جو کردار انھوں نے تخلیق کیے وہ خود ان کے بالکل
...الٹ تھے۔ جس زمانے میں ہم نے انھیں بُلایا تھا ان کی صحت بھی
...ٹھیک نہیں تھی۔ وہ صحت کی خرابی کے باوجود وقت پر ریڈیو اسٹیشن پہنچے تھے اور بہت
...اخلاق سے سب سے ملے تھے اور صحت کی خرابی کے باوجود
...زمانے پروگرام کی ریکارڈنگ میں حصہ لیا تھا۔ انھوں نے ایک
...سب کی بنیاد ڈالی تھی ان کے کردار عام طور پر بڑی پراسراریت

لیے ہوئے ہوتے تھے لیکن اس کے برخلاف ان کی اپنی شخصیت
نہایت ہی سادہ تھی مجھے حیرت بھی ہوئی کہ یہ خود اتنے سادہ
ہوتے ہوئے ایسے کردار کیسے تخلیق کر لیتے ہیں۔ ہم نے پروگرام کے
دوران ان سے سوال کیا تھا کہ انھوں نے کرنل فریدی کے کردار
یا علی عمران کے کردار کو ٹیلی کاسٹ کرنے کی اجازت کیوں نہیں
دی تو اس کا جواب اُنھوں نے یہ دیا تھا کہ جو تصور کرنل فریدی
کا میرے ذہن میں ہے اس سے ملتا جلتا کوئی کریکٹر مجھے پسند نہیں
آیا اور وہ اگر کسی اور کریکٹر سے کروایا جائے گا تو کامیاب نہیں
ہوگا، اگر کوئی کریکٹر کرنل فریدی کے کردار سے ملتا جلتا ہوتا تو میں
ضرور اس بات کی اجازت دے دیتا۔ پھر ہم نے ان سے ایک
سوال کیا تھا کہ وہ تو جاسوسی ناولوں میں بڑے بڑے جاسوسی
کے واقعات لکھتے ہیں [illegible] زندگی میں بھی اس قسم کا کوئی واقعہ
پیش آیا یا انھوں نے کبھی جاسوسی کرنے کی کوشش کی تو اس
کے جواب میں انھوں نے ہمیں ایک واقعہ سنایا تھا، وہ یہ کہ ایک
بار ان کے گھر میں چوری ہوگئی تھی چور گھر کا تمام قیمتی سامان
چُرا کر لے گئے تھے انھوں نے پولیس اسٹیشن میں رپورٹ درج کروا
دی... لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا... چنانچہ انھوں نے خود چور کا
سُراغ لگانے کی ٹھانی پھر اُنھوں نے گھر کا چپہ چپہ چھان مارا
کہ کوئی ایسی چیز ہاتھ لگ جائے جس سے چور کا سُراغ لگانے میں
آسانی ہو، اس تلاش کے دوران انھیں اپنے گھر کی ڈیوڑھی سے
ایک لانڈری کی رسید ملی اور انھوں نے یہ سمجھا کہ یہ سرا ہاتھ
لگ گیا ہو سکتا ہے کہ یہ رسید چور کی ہو اور اس کی جیب سے
گر گئی ہو۔ چنانچہ ابنِ صفی صاحب نے وہ رسید سنبھال کر رکھ لی
اور بعد میں اسے پولیس اسٹیشن پر جمع کروا دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا
کہ چونکہ اُنھوں نے شک ظاہر کیا تھا کہ یہ چور کی رسید ہے چنانچہ
پولیس کے کئی آدمیوں کو اس بات پر مقرر کر دیا گیا کہ وہ لانڈری
پر موجود رہیں کیوں کہ رسید ان کپڑوں کی ہے جو لانڈری سے
وصول کرنے ہیں چنانچہ جس کی بھی یہ رسید ہوگی وہ اپنے کپڑے
لینے وہاں ضرور آئے گا اور اس امید پر پولیس اس فیکٹری پر
دھرنا دے کر بیٹھ گئی پھر ایک روز جب ابنِ صفی صاحب اس
سلسلے میں تھانے میں بیٹھے تھے چند سپاہی ان کے بہنوئی کو پکڑے
ہوئے لے آئے اور بتایا کہ یہ اس رسید کے کپڑے لینے آئے تھے
ورتب وہ بہت شرمندہ ہوئے اور بہنوئی سے معافی مانگی اور
س کے بعد آئندہ جاسوسی نہ کرنے کا عہد کیا۔ پھر ابنِ صفی نے اس
پروگرام میں اپنی پسند کے سات نغمے سنوائے تھے اور میں کافی

دلوں تک ابنِ صفی کے بیان کیے ہوئے اس واقعے کو یاد کر کے مسکرا دیتی تھی۔

اشرف حسین صاحب تھا در ایڈورٹائزنگ ایجنسی میں آرٹ ڈائریکٹر ہیں اور اپنے بچپن میں ابنِ صفی کے ناولوں کو اس شوق سے پڑھتے رہے ہیں کہ جب رات زیادہ دیر جاگنے کی اجازت نہ ملتی تھی تو اپنے کمرے میں زیرو پاور کا بلب آن کر کے

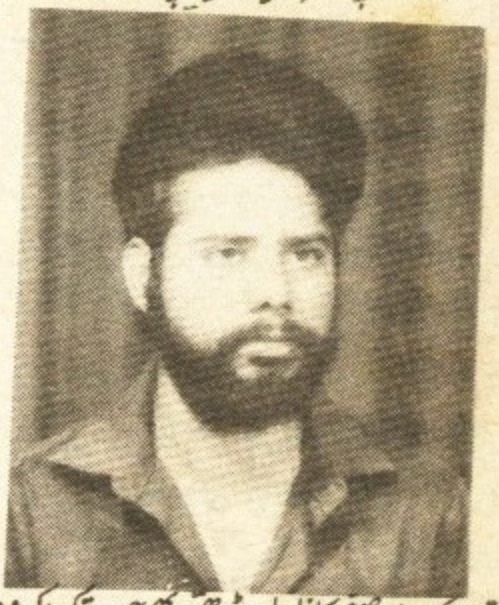

اس وقت تک ابنِ صفی کا ناول پڑھتے رہے جب تک کہ وہ ختم نہیں ہوتا تھا اُنھوں نے ابنِ صفی کے بارے میں اس طرح رائے کا اظہار کیا۔

"وہ لوگ جو شخصیت کا دیو مالائی تصور رکھتے ہیں اور انسان کو اس کی حدود میں دیکھنے سے معذور ہیں وہ ابنِ صفی مرحوم کو دُور سے دیکھ کر متاثر نہیں ہوتے لیکن جو لوگ شخصیت کو اس کے فکر و فن کے آئینے میں ایک فعال انسان کی حیثیت سے دیکھتے ہیں اور شریفانہ انسانی قدروں پر ایمان رکھتے ہیں وہ یقیناً ان سے متاثر ہوتے ہیں۔ بظاہر ابنِ صفی کا قد متوسط اور جسم درمیانی تھا مگر اس کے پس پردہ عزائم کی آہنی صلاحیت کے ساتھ باطنی شخصیت بہت عظیم اور قد آور تھی ان میں کام کرنے کی لگن تھی اور کام کو مکمل کر کے اِسے انجام تک پہنچانے کا حوصلہ تھا ایک زمانے میں وہ بہت علیل ہو گئے تھے لیکن جب تک ان میں ہمت رہی وہ باقاعدگی سے ناول لکھتے رہے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے ابنِ صفی مرحوم نے اپنے ایک ناول "خطرناک انگلیاں" کے دیباچے میں لکھا ہے۔

"ابھی میری علالت کا سلسلہ جاری ہے۔ امراض جگر سے جلد چھٹکارا نہیں ہوتا بس دعا کرتے رہیے کہ پوری طرح آپ کی خدمت کے قابل ہو جاؤں۔"

ان سطروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ طبیعت کی ناسازی کے باوجود ان میں کام کرنے کی کتنی لگن تھی اور یہی چیز انھوں نے اپنے کرداروں میں بھی ملحوظ رکھی ہے کہ وہ مسئلے کو حل کر کے ہی دم لیتے ہیں۔ ابنِ صفی اس خدمت کے صلے میں کسی قسم کے انعام کے خواہاں نہیں تھے اس سلسلے میں بھی اس دیباچے میں ایک لائن ہے

"اور ہاں اس خیال کو دل سے نکال دیجیے کہ میں اپنے ہی جیسے کسی انسان سے انعام کا خواہاں ہوں اس کا تصور بھی مجھے احساسِ کمتری کے گڑھے میں دھکیل دے گا۔ میرے لیے یہی اللہ کا انعام کافی ہے کہ کتب فروش میری کتابوں کو "کرنسی نوٹ" کہتے ہیں اور یہ حقیقت بھی تھی کہ ابنِ صفی کی کتابیں مارکیٹ میں آتے ہی ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو جاتی تھیں۔ یہ اعزاز آج تک شاید ہی کسی لکھنے والے کو ملا ہو۔"

ریڈیو پاکستان کے کراچی اسٹیشن پر بکھرے بکھرے بالوں اور کھوئی کھوئی آنکھوں والے **مہدی ظہیر** صاحب سے ملاقات ہوئی یہ یہاں پروگرام پروڈیوسر ہونے کے علاوہ بہت قابل شخصیت ہیں اُنھوں نے اُردو، عربی اور انگریزی زبان میں ایم اے کیا ہے۔ انھیں عربی زبان پر بہترین قدرت حاصل ہے ان کے گائے ہوئے عربی اور فارسی نغموں کے علاوہ اُردو نغمے بھی ریڈیو اور ٹی وی سے اکثر و بیشتر نشر ہوتے رہتے ہیں۔ ان سے ابنِ صفی کے بارے میں بات ہوئی تو انھوں نے کہا۔

"ابنِ صفی اپنی ذات میں ایک مکمل انسان تھے۔ عام لوگوں نے تو انھیں پڑھا اور پسند کیا اور زیادہ تر ان کے ناولوں میں جاسوسی قصّے یا کرداروں کی لڑائی اور دشمن کا سُراغ لگانے کی جستجو کے بارے میں پڑھ کر خوش ہوئے لیکن مجھے ان کی تحریر میں پوشیدہ بڑا شستہ مزاح نظر آتا ہے ابنِ صفی کے ہاں انسان بور نہیں ہوتا جاسوسی ادب جیسا خشک مضمون ہونے کے باوجود وہ دلچسپی سے پڑھا جاتا ہے اور اس کی وجہ ان کے ہاں پایا جانے والا مزاح ہے جو بے معنی نہیں ہوتا نہ بے موقع اور بے محل لگتا ہے اور بعض جملے تو اتنے خوب صورت ہوتے ہیں کہ بے ساختہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ مثال کے طور پر ان کا ایک ناول ہے "پرچھائیوں کے جملے" اس کے پیشرس میں اُنھوں نے ایک جگہ لکھا ہے۔

"عورت اور مرد کے علاوہ دُنیا میں اور رکھا ہی کیا ہے بس مرد ذرا خرام صورت ہوتا ہے اس لیے اس کی تصویر کیا چھاپی جائے..... اگر آپ کے بزرگ یہ چاہتے ہیں کہ آپ قصّے کہانیوں کی کتابیں نہ پڑھیں تو آپ کو ان کی اس خواہش کا احترام کرنا چاہیے۔ پچیس تیس

ں کے ہو جانے کے بعد پڑھ لیجیے گا، یا پھر خود بزرگ ہو جانے کا
کیجیے کیوں کہ بہتیرے بزرگ بچوں سے چھپا کر میری کتابیں پڑھتے
... لیکن ایسے بزرگوں کی بھی کمی نہیں ہے جو اپنے بچوں کے لیے
ں میری کتابیں خریدتے ہیں، قصہ دراصل یہ ہے کہ بعض بزرگ
ں کو کہانیاں اس لیے نہیں پڑھنے دیتے کہ پھر ان کا دل کورس
تابوں میں نہیں لگے گا... ورنہ میری کتابیں تو بچوں بوڑھوں
جوانوں کے لیے یکساں مفید سمجھی جاتی ہیں یقین نہ آئے تو کسی
ے پوچھ لیجیے گا خواہ وہ "ادب" کا ڈاکٹر ہو خواہ "ادویات" کا

جب مہدی ظہیر صاحب نے یہ آخری جملہ کہا تو ادب اور
ت والی پھبتی پر میں بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکی

"اس کے علاوہ ایک اور مثال میں آپ کو دیتا ہوں، یہ بڑا
سا مسئلہ ہے کہ سگی بہنوں کے علاوہ نوجوان کسی اور
بھائی کہلوانا پسند نہیں کرتے کیوں کہ شاید اس سے ان کی عاشقانہ
متاثر ہوتی ہے اس بات کو ابنِ صفی نے اپنے ایک ناول
ی کی جڑیں، میں بہت خوب صورت انداز میں بیان کیا ہے
ہ ناول ہے جس کی ابتداء ۱۹۵۹ء میں ہوئی اور تین سال
لات کی بناء پر وہ جہاں تہاں رہ گیا۔ ابن صفی لکھتے ہیں۔

"جب کہانی لنگڑانے لگے... اور خصوصاً وہ کہانی جس کا
ز اور انجام دونوں ہی اندھیرے میں ہوں تو بیان کرنے والا
ں دشواریوں میں پڑ جاتا ہے... لیکن یہ کہانی تو بڑے اچھے
ئے میں آگے بڑھ رہی تھی کہ اچانک سطوت نے کمال کو کمال
ی کہنا شروع کر دیا حالانکہ وہ پہلے اُسے کمال صاحب کہا کرتی
ی ایک روز تو ہنس کر کہنے لگی میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی
صاحب کی طرح آپ کو "بھایان" کہا کروں؟ کمال نے اس
تو وہ بات ہنسی میں اُڑا دی لیکن سطوت ایک دن اس مسئلے
جیدگی سے گفتگو کر بیٹھی۔ اس نے کمال کو بتایا کہ اس کے کوئی
بھائی نہیں ہے لیکن کمال کی ہم جلیسی میں اسے بڑے بھائی
محبت کی لذت محسوس ہوتی ہے اس لیے یہ اس کا اٹل فیصلہ
ہے کہ اب وہ اسے بھایان ہی کہا کرے گی۔

کمال کا لہجہ خون ہو گیا اس نے تو بڑے جذباتی انداز میں
اس ٹائپ کے ہوائی قلعے بنائے تھے لیکن سطوت سے مسکرا کر
ی پڑا، ضرور کہیے مجھے بے حد خوشی ہوتی پھر اس نے سوچا کہ
کا پلا کیوں نہ ہوا آدمی ہونے میں کون سے سُرخاب کے پر
جاتے ہیں بس یہی نا کہ آدمی بن کر جلتے رہو..... جھلستے رہو
ی بوٹیاں نوچتے رہو.... اپنا ہی خون پیتے رہو پھر بھایان
ہوا اور ٹھنڈی پانی پی کر سو رہو؟

میں مہدی ظہیر کے پاس سے مسکراتی ہوئی اُٹھ آئی تھی اور
سوچ رہی تھی کہ ابنِ صفی کو کس کس نے کس کس انداز سے پڑھا
اور سمجھا ہے مہدی ظہیر کے بعد میری ملاقات **جمیل زبیری** صاحب سے ہوئی جمیل زبیری صاحب ریڈیو پاکستان کراچی کے سینٹرل پروڈکشن یونٹ کے ڈپٹی کنٹرولر ہیں اُنھوں نے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا۔

"میری صرف ایک ہی رائے ہے اور وہ یہ کہ ابنِ صفی نے اُردو میں ایک نئے انداز کی بنیاد بھی ڈالی اور بہت خوش اسلوبی سے نبھایا بھی ہے اُنھوں نے جو انداز اپنایا تھا وہ آخر تک برقرار رکھا اور اُردو میں جاسوسی ادب کے بانی رہے اور شاید اب یہ جاسوسی ادب ان پر ہی ختم بھی ہو جائے حالانکہ ابنِ صفی کو ادبی حلقوں میں وہ مقام نہیں دیا جاتا جو کسی اعلیٰ درجے کے ادیب کا ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود ان کو اس صف سے خارج بھی نہیں کیا جا سکتا میں یہ سمجھتا ہوں کہ اُنھوں نے بہت زیادہ ثقیل قسم کا ادب تخلیق نہیں کیا لیکن ان کے ناولوں کو ہم ادب سے بالکل خارج نہیں کر سکتے اُنھوں نے لائٹ ادب کو بہرحال اپنایا ہے اور اس کی جھلک ہمیں ان کے ناولوں میں اکثر جگہوں پر ملتی ہے میں نے انھیں زیادہ نہیں پڑھا لیکن جتنا جانتا ہوں اس کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ اب شاید جاسوسی ادب میں ایسا لکھنے والا کوئی پیدا نہ ہو سکے۔"

مشتاق حسین صاحب کراچی ریڈیو اسٹیشن کے سینٹرل پروڈکشن کے شعبے ہی میں پروگرام منیجر ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ جاسوسی ادب تخلیق کرنے والوں کو ادبی حلقوں میں بہت اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا لیکن میں ابنِ صفی کے جاسوسی ادب اور خصوصاً جناب ابنِ صفی کی شاعری سے بے حد متاثر ہوں جناب ابنِ صفی نے اپنے ناولوں کی وساطت سے اُردو کی ترویج و اشاعت میں جو کردار ادا کیا ہے وہ ناقابلِ فراموش ہے ان کے تحریر کردہ ناول ہر مکتبۂ فکر اور ہر سطح کے عوام پسند کرتے تھے اور یوں بالواسطہ تربیت سے چترال تک اردو کو مقبولیت ملی وہ صرف جاسوسی ادب ہی تخلیق نہیں کرتے تھے بلکہ انھیں اپنے ہم عصر شاعروں میں ایک ممتاز مقام بھی حاصل تھا۔

ریڈیو پاکستان کراچی کے شعبۂ موسیقی کے پروڈیوسر جناب **سعید میو** صاحب نے ابنِ صفی کے بارے میں اظہارِ رائے کے لیے ان کی شاعری کو منتخب کیا اُنھوں نے کہا۔

"ابنِ صفی پر کافی لکھا جا چکا ہے لیکن پھر بھی کم ہے ان کی شخصیت اور شاعری کے گوشے اب بھی تاریکی میں ہیں اور اگر تاریکی میں نہیں تو اچھی طرح روشن نہیں ہوئے ہیں، ہر بڑے شاعر کی شخصیت اس کے کلام میں جھلکتی ہے وہ فطرتاً شاعر ہوتا ہے اور اس کا کلام اس کی شخصیت کا پرتو طبیعت کی لہر اور اس کے باطن کا جوش ہوتا ہے اور یہ تمام خوبیاں ابنِ صفی کے ہاں ملتی ہیں ابنِ صفی کے کلام کا مطالعہ کرنے سے احساس ہوتا ہے کہ ان کی شخصیت ایک اعتبار سے فکر و احساس کے لیے نبرد گاہ ہے آلامِ روزگار سے جہاں وہ متاثر ہیں وہاں ان کی فکر انھیں مردانہ وار ان آلام کے مقابلے کی دعوت بھی دیتی ہے۔

وہ ان آلام کے سامنے سپر نہیں ڈالتے بلبلے کی طرح بیٹھ نہیں جاتے بلکہ ڈٹ کر مصائب کا مقابلہ کرتے ہیں بے قدری کی شکایت، مصائب کا بیان۔ یارانِ وطن کی بے مہری کا ذکر ان کے یہاں ملتا ہے ابنِ صفی مزاج کے اعتبار سے حساس ہیں ان کے ہاں ستار کے تاروں کا سا ارتعاش ہے جو معمولی سے تصادم سے تھرتھرانے لگتے ہیں ان کی شخصیت کا یہ ایک پہلو ہے ان کی شکایت میں تشکر۔ یاس میں آس، افسردگی میں جوش ہے۔ ان کی عظمت کا راز ان کی غیر معمولی فکری صلاحیتوں میں ہے جس کی جھلک ان کی شاعری کے علاوہ نثر میں بھی نظر آتی ہے۔"

منظور جمال صاحب بھی ریڈیو پاکستان کراچی اسٹیشن پر سروس کرتے ہیں اور شعبۂ موسیقی سے متعلق ہیں انھوں نے سب سے عجیب بات کی میں نے جونہی اپنا مقصد بیان کیا تو انھوں نے کچھ دیر تک مجھے خالی خالی نظروں سے دیکھا اور یوں بات شروع کی۔

"میں ہر کام عبادت کی طرح کرتا ہوں جب میں کوئی کام کر رہا ہوتا ہوں تو میری توجہ اس کام کے لیے وقف ہوتی ہے مثال کے طور پر اگر میں اپنا چشمہ صاف کر رہا ہوتا ہوں میرے ہاتھ چشمے کو صاف کرنے کے عمل میں مصروف ہوتے ہیں اور میرا ذہن صرف چشمے کے متعلق سوچتا ہے اور آنکھیں اس پر مرکوز ہوتی ہیں میرے کہنے کا مطلب یہی ہے کہ میں اگر ابنِ صفی جیسے بڑے مصنف کے بارے میں کچھ کہوں تو صرف ان پر ہی بات کروں اور کوئی بات میرے ذہن میں نہ ہو چنانچہ میں اس کام کے لیے الگ وقت مقرر کرنا چاہتا ہوں دیکھیے نا اگر ہم کسی اور کام کے دوران تھوڑا سا وقت نکال کر ابنِ صفی پر بات کریں تو یہ ان کے ساتھ بڑی ناانصافی ہوگی۔ ایک شخص جس نے اپنی ساری عمر ایک مقصد کے لیے وقف کر دی ایک طرح کے اندازِ تحریر کو جلا بخشنے میں صرف کر دی کیا ہم چند لمحے بھی اس شخص کے نام نہیں کر سکتے چنانچہ آپ بعد میں جب میرے پاس آئیں گی تو میں صرف ابنِ صفی پر بات کروں گا۔" منظور جمال صاحب کی بات مکمل ہونے پر میں نے ان سے اگلی ملاقات کے لیے تاریخ اور وقت مقرر کیا اور واپس چلی آئی ان کی یہ بات میرے دل کو لگی تھی کہ اتنے بہترین مصنف اور پُرخلوص انسان کے لیے ہمیں خاص طور پر الگ سے وقت نکال کر ہی بات کرنا چاہیے کیوں کہ ابنِ صفی نے ہماری دلچسپیوں کے لیے خود کو وقف کر دیا تھا تو ہمیں بھی اپنا کچھ وقت ان کے لیے وقف کرنا چاہیے۔ اگلی ملاقات پر منظور جمال صاحب نے اپنا وعدہ پورا کر دیا انھوں نے کہا کہ ابنِ صفی نے جاسوسی ادب جیسے خشک موضوع کو دلچسپ بنا کر لوگوں میں پڑھنے کا شوق پیدا کیا اردو سے پہلے ہم انگریزی ادب میں جاسوسی ادب نظر آتا ہے اور وہاں اس میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے فحاشی اور تیسرے درجے کا مواد شامل کیا جاتا ہے جس سے ہمارے ماحول کے لیے وہ کتابیں قابلِ قبول نہیں ہیں لیکن ابنِ صفی نے جاسوسی ادب کو نہ صرف فحاشی سے پاک کیا۔ بلکہ اس کی جگہ نہایت شستہ مذاق کو دی جو طبیعت پر گراں نہیں گزرتا اور اسے چھوٹے بڑے یکساں پسند کرتے ہیں اور پڑھ سکتے ہیں، ابنِ صفی کی کتابوں کو ہمارے معاشرے کے ہر گھر میں رکھا جا سکتا ہے، اُن میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی وجہ سے ہم اسے گھروں میں رکھنے سے کترائیں ان کی کتابیں گھرانے کے تمام افراد پڑھ سکتے ہیں اور اُن سے محظوظ ہو سکتے ہیں۔"

طارق احمد سے جب ابنِ صفی صاحب کے بارے میں بات ہوئی تو انھوں نے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا۔

"میں نے ابنِ صفی مرحوم کی شہرۂ آفاق سیریز عمران اور جاسوسی ادب کی تقریباً تمام جلدیں پڑھی ہیں اور کئی کئی مرتبہ پڑھی ہیں اب اگر کوئی مجھ سے ان کی تحریر اور اندازِ بیان پر روشنی ڈالنے کو کہے تو میں یقین سے کہوں گا کہ میں نے ابنِ صفی مرحوم کی تحریر کو دُنیا کے بہترین رائٹرز جن میں اگاتھا کرسٹی اور ہیڈلے چیز بھی شامل ہیں کے برابر پایا۔ ابنِ صفی مرحوم کی تحریر صاف ستھری اور ہر قسم کی لغویات سے مبرّا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریر کو بچے بڑے سب پسند کرتے ہیں اور شوق سے پڑھتے ہیں اس کے علاوہ انھوں نے اپنی تمام تحریروں میں جدید انداز فکر اپنایا اور ایسے واقعات ہمارے سامنے لائے جو حقیقت ہوتے

ہوئے بھی ہماری نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں بعض وجوہات کی بناء پر انھوں نے اپنی تحریر میں سسپنس۔ ایڈونچر اور شوخی کو اس مناسبت سے استعمال کیا کہ لوگ ان کی تحریر کے دیوانے ہوگئے لیکن ابن صفی کے انتقال کے بعد مجھے کوئی ایسا رائٹر نظر نہیں آرہا جو ایسا جاسوسی ادب تخلیق کرسکے جیسا ابنِ صفی نے کر دکھایا۔"

ڈاکٹر محمد جمال خاں صاحب کافی عرصہ فوج میں پیشہ رہنے کے بعد اب اپنا ذاتی کلینک چلا رہے ہیں اُنھوں نے ابنِ صفی کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا۔

"ابن صفی کے جاسوسی ناولوں کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ تقریباً تیس پینتیس سال تک ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہونے کے باوجود ان سے کبھی اکتاہٹ کا احساس نہیں ہوا اور لوگوں میں وہی دلچسپی باقی رہی جو روزِ اوّل تھی ہر ماہ ان کے نئے ناول کا انتظار رہتا تھا ہر بار وہ ایک نئے موضوع پر قلم اٹھاتے تھے۔ انھوں نے جتنے بھی ناول تخلیق کیے ان میں سے کسی بھی ناول کا پلاٹ دوسرے سے نہیں ملتا انھوں نے جو کردار تخلیق کیے وہ بھی مثالی ہیں ان جیسا کوئی کردار آج تک اردو ادب میں کوئی جاسوسی ادب لکھنے والا پیدا نہ کرسکا ابنِ صفی کے فن کا یہ کمال ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اگر ہم انھیں بھول بھی جائیں تب بھی ان کے تخلیق کردہ کرداروں عمران اور فریدی کو نہیں بھول سکتے وہ کردار ان کی کتابوں میں امر ہوگئے ہیں۔"

میں اس سروے کے سلسلے میں جتنے بھی لوگوں سے ملی تقریباً سب نے ہی یہ بات ضرور کہی کہ ابنِ صفی اردو زبان میں جاسوسی ادب کے بانی کی حیثیت رکھتے ہیں اور میں سمجھتی ہوں ابنِ صفی نہ صرف اردو ادب میں جاسوسی کے بانی ہیں بلکہ وہ جاسوسی ادب میں طنز و مزاح کی بناء ڈالنے کے بھی ذمّہ دار تھے وہ نہ صرف ایک بلند پایہ طنز نگار اور منفرد ظریف نثر نگار تھے بلکہ فطرتِ انسانی کے کامل تناقض اور ہماری تہذیب اور معاشرت کے ایک چابک دست ناقد بھی تھے۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے کہ اس کی وجہ سے ان کا نثر اس وقت تک زندہ رہے گی جب تک اس دُنیا میں انسان کی ہنگامہ آرائیاں باقی ہیں اُنھوں نے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لیے اپنے دور کے دوسرے لکھنے والوں سے الگ تھلگ ایک نئی راہ نکالی اور آخر وقت تک نہایت پامردی اور کامیابی کے ساتھ اس راہ پر گامزن رہے انھوں نے اپنی فنکارانہ جولانیاں دکھانے کے لیے جو میدان منتخب کیا اس میدان میں کوئی ان کا ہمعنان نہ بن سکا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی عبارت میں انفرادیت کی شان پائی جاتی ہے ان کی پاکیزہ ظرافت اور بے مثال طنز نے ان کو لافانی بنا دیا ہے وہ اپنی فطری زندہ دلی کی وجہ سے ہر بات میں ہنسنے ہنسانے کا پہلو نکال لیتے تھے اور اپنے اچھوتے طرزِ بیان سے لوگوں کے دلوں کو موہ لیتے تھے طنز و مزاح کے میدان میں انھیں وہ مقام حاصل ہوا ہے جو نہ تو ان سے پہلے جاسوسی ادب میں کسی اور کو نصیب ہوا ہے اور نہ اس کے بعد کسی کو نصیب ہوا ان کے بعد کسی نے بھی ان کی کامیاب تقلید نہیں کی ظرافت کا مقصد محض ہنسنا ہنسانا ہی نہیں ہوتا بلکہ اپنے معاشرے پر صحت مندانہ تنقید اور اصلاح بھی پیشِ نظر ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ طنزیہ انداز میں تلخی اور تُندی پیدا ہو جاتی ہے اس تُندی اور تلخی کو کارگر بنانے کے لیے ظرافت و مزاح کی چاشنی ضروری ہے۔ ابنِ صفی کا کمال یہی ہے کہ ان کی عبارت میں طنز و ظرافت کا متوازی امتزاج پایا جاتا ہے ان کی کا عظیم مقصد اپنے دور کی تہذیب و معاشرت کی اصلاح کرنا تھا خصوصاً جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کی مغرب زدگی اور قدامت پرستوں کی تنگ نظری پر انھوں نے کڑی تنقید کی ہے لیکن ان کی سخت سے سخت تنقید بھی ناگوار نہیں معلوم ہوتی اور یہی ان کا کمال ہے وہ اپنا مقصد ایسے چست دار الفاظ اور موثر انداز میں بیان کرتے ہیں کہ پڑھنے والوں پر گراں نہیں گزرتا وہ ہنسی ہنسی میں لوگوں کے دلوں میں چٹکیاں لیتے ہیں زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس کے عیوب و نقائص انھوں نے نہ دکھائے ہوں لیکن وہ سنجیدگی اور متانت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے انھوں نے جس موضوع کو بھی بیان کیا اس میں جدت اور ندرت کا پہلو نمایاں ہے۔ گویہ تاثرات ان کے فن اور شخصیت کے شایانِ شان اور نہ ہی ان کی ادبی خدمات کا بدل ہیں لیکن منافقت سے پُر اس دنیا میں اس انداز میں بھی کسی کو یاد کر لینا بہت بڑی بات ہوتی ہے۔ اللہ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنّت نصیب کرے۔